چند قواعد فقہیہ کی وضاحت

علامہ ابوالعرفان محمد انور مگھالوی

(قسط ۸)

قاعدہ نمبر ۳۹:

"لا یجوزُ لاحدٍ انْ یتصرّفَ فیْ ملکِ الغیرِ بلا اذْنہٖ"

(کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ غیر کی ملکیت میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کرے)۔

ملکیت غیر محترم ہوتی ہے اور مالک کی اجازت کے بغیر بذریعہ تصرف اس احترام کو ضائع کرنا شریعت اسلامیہ میں جائز نہیں بلکہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کسی کی ملکیت میں ناجائز تصرف کرنے والے کے لئے انتہائی شدید اور اذیت ناک وعیدیں بیان فرمائی ہیں چند ارشادات نبوی پیش خدمت ہیں:

(۱) "عنْ سالمٍ عنْ ابیہ قال قالَ رسُوْلُ اللہِ صلّی اللہُ تعالٰی علَیْہِ وسلّم مَنْ اخذَ مِنَ الْارْضِ شیْئًا بغیْرِ حقّہٖ خسفَ بہٖ یوْمَ الْقیامۃِ الٰی سبْعِ ارْضِیْنَ" (بخاری شریف)

(حضرت سالم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے دوسرے کی زمین کے کچھ حصہ پر ناحق قبضہ کرلیا اسے قیامت کے دن سات زمینوں کی (تہہ) تک دھنسایا جائے گا)

(۲) "عنْ سعیْدِ بنِ زیْدٍ قال قالَ رسُوْلُ اللہِ صلّی اللہُ علَیْہِ وسلّمَ منْ اخذَ شبرًا منَ الْارْضِ ظلْمًا فانّہٗ یُطوّقُہٗ یوْمَ الْقیامۃِ منْ سبْعِ ارْضِیْنَ" (بخاری شریف، مسلم شریف)

☆ بیع سوم علی سوم وغیرہ: دوسرے شخص کے بھاؤ پر بھاؤ لگانا۔ (یہ ناجائز ہے) ☆☆

(حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس نے کسی کی بالشت بھر زمین ظلماً حاصل کی اسے قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا)۔

(۳) "عَنْ اَبِیْ حَرَّۃَ الرَّقَاشِیْ عَنْ عَمِّہٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا لَا تَظْلِمُوْا اَلَا لَا یَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ اِلَّا بِطِیْبِ نَفْسٍ مِّنْہُ" (بیہقی شریف)

(حضرت ابوحرہ رقاشی رضی اللہ عنہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خبردار (کسی پر) ظلم نہ کرنا (اور) کان کھول کر سن لو کہ کسی شخص کا مال (تمہارے لئے) حلال نہیں ہوسکتا مگر جب وہ خوشدلی سے راضی ہو جائے)۔

مذکورہ ارشادات سے یہ واضح ہوا کہ کسی کی مملوکہ اشیاء پر غاصبانہ اور ظالمانہ قبضہ شریعت اسلامیہ میں صرف ناجائز ہی نہیں بلکہ خالق کائنات کی ناراضگی کا سبب ہے اور آدمی کے لئے شدید عذاب کا باعث ہے۔

مثالیں:

۱۔ اگر دو آدمیوں نے مشترکہ سرمائے سے مال خرید کر تجارت کا آغاز کیا گو یہ سامان تجارت دونوں کی یکساں ملکیت میں ہوتا ہے مگر اس کے باوجود دونوں میں سے کسی ایک کے لئے بھی اس مشترکہ سامان تجارت میں ایسا تصرف قطعاً جائز نہیں جو اس کی ذاتی منفعت کا سبب ہو اور اس کے شریک کے لئے نقصان اور خسارے کا باعث ہو۔ جیسا کہ کنز الدقائق، ص ۲۲۱ پر موجود ہے۔ "وَلَا یَجُوْزُ لِاَحَدِھِمَا التَّصَرُّفُ فِیْہِ اِلَّا بِاِذْنِ صَاحِبِہٖ" (کہ مال مشترکہ میں دو شریکوں میں سے کسی ایک کیلئے اپنے ساتھی کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا جائز نہیں)۔

۲۔ اگر کسی نے اپنا مال دوسرے کو مضاربت پر دیا اور ساتھ ہی کام کا وقت، جگہ اور تبادلے کے سامان کا بھی تعین کر دیا تو اس صورت میں مضاربت کے لئے رب المال کی اجازت کے بغیر مذکورہ شرائط سے تجاوز کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ اس میں رب المال کے نقصان کا احتمال موجود

☆☆ بیع مزابنہ: کٹے ہوئے پھل کو درخت پر لگے ہوئے پھل کے بدلے اندازاً فروخت کرنا ☆

ہے اسی طرح مضارب کو وہ مال آگے کسی اور کو مضاربت پر دینے کی بھی اجازت نہیں اگر اس نے رب المال کی اجازت کے بغیر وہ مال مضاربت پر دیا اور مضارب ثانی کے تصرف سے سبب مال میں نقصان ہوا تو مضارب اول اس نقصان کا ضامن ہوگا۔

۳۔ اگر کسی نے دوسرے کی زمین پر غاصبانہ قبضہ کر لیا اور اس میں درخت لگا لئے یا فصل کاشت کر لی یا مکان وغیرہ بنا لئے تو اس کے لئے مغصوبہ زمین میں کسی بھی نوع کا تصرف قطعاً جائز نہیں ہوگا اور اس کے تصرف کے سبب زمین میں جو نقص یا عیب پیدا ہوگا اس نقصان کا وہ ضامن ہوگا جیسا کہ کنز کتاب الغصب، ۳۹۶ پر موجود ہے:

"فَاِنْ غَصَبَ عِقَارًا وَهَلَكَ فِيْ يَدِهٖ لَمْ يَضْمَنْهُ وَمَا نَقَصَ بِسُكْنَاهُ وَ زِرَاعَتِهٖ ضَمِنَ النُّقْصَانَ كَمَا فِي النَّقْلِيْ"

(اگر کسی نے زمین غصب کی اور وہ اس کے قبضے میں ضائع ہوگئی تو غاصب اس کا ضامن نہیں ہوگا اور غاصب کی سکونت اور زراعت کے سبب مغصوبہ زمین میں جو نقص پیدا ہوگا اس نقصان کا وہ ضامن ہوگا۔ جیسا کہ منقولہ مغصوبہ چیز کا وہ ضامن ہوتا ہے)۔

نوٹ: اجازت کی اقسام: اجازت دو نوعیت کی ہوتی ہے۔

(۱) اجازت صریحہ (۲) اجازت دلالتہ حال۔

(۱) اجازت صریحہ:

اس سے مراد یہ ہے کہ آدمی اپنے تمام تر معاملات کا کسی کو وکیل بنا لیتا ہے اور الفاظ صریح کے ساتھ اسے یہ اجازت دیتا ہے کہ میرے سامان میں ہر نوع کا تصرف کرنے کا تمہیں اختیار ہے۔ تو ایسے اختیارات کے ہوتے ہوئے اگر وکیل کے تصرف کے سبب کچھ مالی نقصان بھی ہو جائے تو اس نقصان کی ضمانت اس کے ذمہ لازم نہیں ہوگی۔

(۲) اجازت دلالتہ حال:

اس اجازت سے مراد یہ ہے کہ مالک کی جانب سے تصرف کرنے کی اجازت نہیں ہوتی مگر حالات ایسے بن جاتے ہیں کہ اگر آدمی مال میں تصرف نہ کرے تو مالک کا نقصان یقینی ہوتا ہے۔

☆ بیع مقایضہ یہ ہے کہ: سامان کے بدلے سامان کی بیع ہو☆

لہٰذا مالک کو اس نقصان سے بچانے کے لئے یہ حالت مال میں تصرف کرنے کی اجازت کی متقاضی ہوتی ہے۔ مثلاً کسی نے اپنا ریوڑ چرانے کے لئے کسی کو اپنا ملازم رکھا ہوا ب جنگل میں ایک بکری شدید بیماری کے سبب موت وزیست کی کشمکش میں مبتلا ہوگئی اگر چرواہا اسے ذبح نہ کرے تو اس کے حرام ہونے کا یقین ہو تو بکری کی یہ حالت چرواہے کو اجازت دیتی ہے کہ وہ اسے ذبح کرے تاکہ حلال جانور حرام نہ ہو اور اس کے ساتھ ساتھ اس کا مالک مکمل طور پر اس سے محروم بھی نہ ہو۔ اسی طرح اگر کسی نے بہت سا پھل خرید کر کسی کی تحویل میں دے رکھا ہو۔ مگر ابھی تک اسے فروخت کرنے کا اختیار نہ سونپا ہو۔ اسی اثناء میں مالک کی عدم موجودگی میں اچانک حالات ایسے بن جائیں کہ وہ پھل خراب ہو کر ضائع ہونے لگے اور غالب گمان یہ ہو کہ اگر حالات بدستور قائم رہے تو مالک کو ناقابل تلافی نقصان ہوگا تو ایسی حالت تقاضا کرتی ہے کہ اسے مال میں تصرف کرنے کی اجازت ہے تاکہ رب المال نقصان سے محفوظ رہ سکے بشرطیکہ مالک کے بالفور وہاں پہنچنے یا اس سے رابطہ کا کوئی امکان نہ ہو۔

تنبیہ:

جس طرح ذاتی طور پر کسی کو غیر کی ملکیت میں بلا اجازت تصرف کرنے کا اختیار حاصل نہیں اسی طرح یہ بھی جائز نہیں کہ کوئی بلا اجازت کسی اور کو دوسرے کی ملکیت میں تصرف کرنے کا حکم دے کیونکہ اصول یہ ہے: "اَلْاَمْرُ بِالتَّصَرُّفِ فِیْ مِلْکِ الْغَیْرِ بَاطِلٌ" (غیر کی ملکیت میں کسی کو تصرف کرنے کا حکم دینا باطل ہے)۔ لہٰذا اگر کسی نے دوسرے کے کہنے پر ایسا کیا تو وہ اپنے کئے کا خود ضامن ہوگا۔ بشرطیکہ وہ مکرہ نہ ہو۔ ہاں اگر اس نے بالاکراہ ایسا کیا تو پھر نقصان کی ضمانت مکرہ پر ہوگی۔

قاعدہ نمبر ۴۰:

"اَلْاَجْرُ وَالضَّمَانُ لَا یَجْتَمِعَانِ"

اجرت اور ضمانت (ایک ہی شئی میں) جمع نہیں ہوسکتیں۔

اجرت کی تعریف:

اجرت سے مراد کسی شئے کا وہ معاوضہ یا کرایہ ہے جو اس کے منافع کے عوض ادا کیا جاتا

☆ بیع ملامسہ: بائع یا مشتری کہے کہ اگر میں نے تجھے یا تیرے کپڑے کو چھولیا تو ہمارے درمیان بیع ہوگی ☆

ہے۔ مثلاً رہائش کے لئے مکان کرایہ پر لیا تو مالک مکان کو اس میں سکونت کے عوض جو ماہانہ یا سالانہ کرایہ ادا کیا جاتا ہے یہ اس کی اجرت کہلاتا ہے اسی طرح شادی بیاہ کے مواقع پر استعمال کے لئے برتن وغیرہ کرائے پر لئے جاتے ہیں انہیں استعمال کرنے کے عوض ان کے مالک کو جو معاوضہ دیا جاتا ہے۔ وہ ان کی اجرت کہلاتا ہے۔

ضمانت کی تعریف:

ضمانت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کرایہ پر لی ہوئی شئے مستاجر کی غفلت یا ظلم و تعدی کے سبب ہلاک یا ضائع ہو جائے تو جو بدل مستاجر کے ذمہ لازم ہوتا ہے۔ وہ اس کی ضمانت کہلاتا ہے۔ یعنی اگر اصل شئے ذوات الامثال میں سے ہو یعنی اس جیسی اور چیز مل سکتی ہو تو پھر وہ خرید کر اصلی مالک کو دینا لازم ہوتا ہے۔ اور اگر اس شئے کا تعلق ذوات القیم سے ہو تو پھر اس کی قیمت مستاجر کے ذمہ لازم ہوتی ہے۔

مذکورہ تعریفات سے یہ معلوم ہوا کہ اجرت اور ضمانت باہم متضاد ہیں کیونکہ اجرت کا تعلق صرف شئے سے حاصل ہونے والی منفعت کے ساتھ ہے۔ اس میں ملکیت کا تصور موجود نہیں جبکہ اس کے برعکس ضمانت میں ملکیت کا تصور موجود ہے، تو چونکہ دونوں کا مفہوم جدا جدا ہے۔ اسی لئے یہ دونوں ایک شئے میں جمع نہیں ہو سکتیں یعنی جس صورت میں ضمانت واجب ہوگی اسی میں اجرت واجب نہیں ہوگی۔

مثالیں:

۱۔ کسی نے گندم ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے لئے خچر کرایہ پر لی اور دورانِ کام اس پر ایک زیادتی یہ کی کہ اس پر بوجھ دوگنا لاد دیا، دوسری غفلت یہ برتی کہ آسان راستہ چھوڑ کر پتھریلا اور کٹھن راستہ اختیار کیا اور پھر تیسرا ظلم یہ کیا کہ راستے میں اسے معمول سے زیادہ مارا پیٹا، جس کے نتیجہ میں وہ مر گیا اب ہلاک ہونے کی صورت میں مستاجر پر اس کی ضمانت اور اجرت دونوں لازم نہیں ہوں گے۔ بلکہ صرف اس کی ضمانت لازم ہوگی اور اجرت ساقط ہو جائے گی۔ کیونکہ یہ دونوں جمع نہیں ہو سکتیں۔

۲۔ اگر کسی نے دکان کرایہ پر لی اور اس میں حدادی (پیشہ لوہار) کا کام شروع کر دیا یا اس میں آٹا

☆ توہین آمیز خاکوں کی اشاعت قابل مذمت ہے ☆

پینے کی مشین لگائی اور اپنے ایسے کام کی اطلاع پیشگی مالک دکان کو نہ دی تو اگر اس عمل کے سبب دکان منہدم ہوگئی تو اس کی ضمانت اس کے ذمہ واجب ہوگی اس صورت میں اجرت نہیں ہوگی اور اگر کام کے سبب مکان کو کوئی نقصان نہ پہنچا تو پھر مستاجر پر مقررہ اجرت ہی ہوگی۔ جیسا کہ کنز اور بحر الرائق میں موجود ہے:

"لَوْ فَعَلَ مَالَا یَجُوْزُ لَہٗ مِنْ اِسْکَانِ الْحَدَّادِ وَغَیْرِہٖ وَجَبَ عَلَیْہِ الْاَجْرُ وَاِنْ اِنْھَدَمَ الْبِنَاءُ بِعَمَلِہٖ وَجَبَ عَلَیْہِ الضَّمَانُ وَلَا اَجْرَ لَمَّا عُلِمَ اَنَّھُمَا لَا یَجْتَمِعَانِ"

ضمانت کے اسباب:

علامہ قرافی مالکی فرماتے ہیں کہ ضمانت مندرجہ ذیل تین اسباب میں سے کسی ایک کے پائے جانے سے لازم ہوتی ہے۔

۱۔ تفویت الشئ: (کسی شئے کو ضائع کر دینا) یعنی اگر کسی نے دوسرے کی کوئی شئے ضائع کر دی تو اس کی ضمانت اس کے ذمہ لازم ہوگی مثلاً کسی کا جانور ہلاک کر دیا، کسی کے کپڑے وغیرہ جلا دیئے یا کسی کا پڑا ہوا کھانا کھالیا۔

۲۔ وَضْعُ الْیَدِ غَیْرِ الْمُؤْتَمَنَۃِ (امانت کے علاوہ کسی شئے پر قبضہ کرنا) یعنی اگر کسی نے دوسرے کی کوئی شئے غصب کر لی اور پھر اسے ضائع کر دیا یا وہ خود ہلاک ہوگئی تو اس شئے کی ضمانت اس کے ذمہ لازم ہوگی مگر اس کے برعکس کوئی شئے کسی کے پاس بطور امانت موجود ہو اور وہ خود اس کے پاس ضائع ہو جائے تو اس کی ضمانت اس کے ذمہ لازم نہیں ہوگی۔

۳۔ اَلتَّسَبُّبُ فِی الْاِتْلَافِ (کسی شئے کو ضائع کرنے کا سبب بننا) مثلاً کسی نے دوسرے کے کھلیان کے قریب آگ جلائی وہاں سے ایک چنگاری اڑی جس نے دوسرے کے سارے خرمن کو جلا کر راکھ بنا دیا تو اس نقصان کی ضمانت آگ جلانے والے پر ہوگی کیونکہ فی الحقیقت وہی اس کا سبب ہے اسی طرح کسی نے دوسرے کے کھانے میں زہر ملا دی۔ یا ایسی جگہ اذیت ناک چیز رکھ دی جہاں نہیں رکھنی چاہیے تھی۔ یا شارع عام میں کنواں وغیرہ کھود ڈالا تو ان تمام صورتوں میں ہلاک ہونے والی شئے کی ضمانت سبب بننے والے پر ہوگی۔

☆☆☆☆ گستاخ رسول کو سر کا خطاب قابل مذمت ہے ☆☆☆

قاعدہ نمبر ۴۱:

"اَلْخَرَاجُ بِالضَّمَانِ"

(ضمانت کے عوض منافع ہوتا ہے)۔

خراج سے مراد کسی بھی شئے سے حاصل ہونے والا منافع ہے۔ جیسا کہ بیان کیا گیا ہے:

"خِرَاجُ الشَّیْءِ مَنَافِعُهُ اَلْخِرَاجُ كُلُّ مَا خَرَجَ مِنَ الشَّیْءِ فَخِرَاجُ الشَّجَرَةِ ثَمَرُهَا"

(کسی شئی کا خراج اس کا منافع ہے) اور خراج سے مراد ہر وہ شئے ہے جو کسی شئے سے نکلے پس درخت کا خراج اس کا پھل ہوتا ہے)۔

مذکورہ معنی کے مطابق قاعدے کا مفہوم یہ ہوگا کہ منافع اور پھل محنت و مشقت کے مطابق ہوتا ہے۔ اس قاعدہ کی اصل اور بنیاد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جس کی تفصیل اس طرح ہے کہ ایک آدمی نے کسی سے غلام خریدا کچھ وقت کے بعد وہ غلام کے ایسے عیب پر مطلع ہوا جو بائع کے پاس اس میں موجود تھا اسی عیب کے سبب مشتری اور بائع کے مابین تنازع شروع ہوگیا جب یہ مسئلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ نے غلام کی واپسی کا فیصلہ فرمایا تو بائع نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی حضور اس نے میرے غلام سے خدمت بھی لی ہے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً ارشاد فرمایا: "اَلْخِرَاجُ بِالضَّمَانِ" (منافع ضمانت کے برابر ہے) جیسا کہ اولاد کی تعلیم و تربیت میں سب سے زیادہ محنت و مشقت اور اخراجات والدین برداشت کرتے ہیں اس لئے بعد میں اولاد کی سب سے زیادہ خدمت کے مستحق بھی والدین ہی ہیں تا کہ وہ پرسکون زندگی بسر کرسکیں۔

مثالیں:

۱۔ مشتری کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ خیار عیب کے سبب مبیع بائع کو واپس کردے کیونکہ مشتری کامل قیمت ادا کرنے کے سبب اس کا مستحق ہوتا ہے کہ اسے کامل مبیع دی جائے اور اگر بائع نے کامل قیمت کے عوض عیب دار اور ناقص مبیع مشتری کے حوالے کی تو اسے اس کے عیب پر مطلع ہونے کے بعد اسے واپس لوٹانے کا حق حاصل ہوتا ہے۔

☆☆☆ اتحاد امت وقت کی اہم ضرورت ہے ☆☆☆

۲۔ اگر کسی نے غیر مملوکہ بنجر زمین پر محنت کرکے اسے قابل کاشت بنادیا تو اس سے حاصل ہونے والی پیداوار کا مستحق بھی وہی ہوگا۔ بلکہ وہی اس کا مالک ہوگا کیونکہ اس کی محنت ومشقت اس کی متقاضی ہے کہ اس زمین کے منافع اسے ہی دیئے جائیں جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مَنْ اَحْیَا اَرْضًا مَیْتَۃً فَھِیَ لَہٗ" (رواہ احمد والترمذی) (جس نے غیر آباد زمین آباد کی تو وہ اسی کی ملکیت ہوگی) آقادوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی ارشاد کے مطابق صاحبین (حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ) نے فرمایا: "یَمْلِکُہٗ مَنْ اَحْیَاہُ" (کنز الدقائق، ص ۴۱۷) (جو زمین کو آباد کرے گا وہ اس کا مالک بن جائے گا)۔

۳۔ عاملین زکوٰۃ کو زکوٰۃ کی رقم سے دینا جائز ہے۔ عاملین سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں امام وقت زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے مقرر کرتا ہے چونکہ وہ اپنے اپنے علاقہ سے مال زکوٰۃ اکٹھا کرنے کے لئے جدوجہد کرتے ہیں اس لئے ان کی یہ محنت معاوضہ کا تقاضا بھی کرتی ہے کیونکہ مشقت کے ساتھ ساتھ منافع بھی ہوتا ہے مگر جو رقم وہ وصول کریں گے وہ زکوٰۃ شمار نہیں ہوگی بلکہ وہ ان کی محنت اور سعی کی اجرت ہوگی۔ جیسا کہ کنز الدقائق، ص ۶۴ پر موجود ہے:

"فَیُعْطِیْہِ الْاِمَامُ وَاِنْ کَانَ غَنِیًّا لِاَنَّ مَا یَاْخُذُہٗ لَیْسَ زَکٰوۃً وَاِنَّمَا ھُوَ بِمُقَابَلَۃِ عَمَلِہٖ"

(امام وقت مال زکوٰۃ میں سے عامل کو دے گا اگرچہ وہ غنی ہو کیونکہ جو کچھ وہ وصول کرے گا وہ زکوٰۃ نہیں ہوگی بلکہ اس کے عمل اور محنت کا معاوضہ ہوگا)

۴۔ موجودہ دور میں سرکاری ملازمین اور پرائیویٹ اداروں میں کام کرنے والوں کی تنخواہیں بھی مذکورہ اصول کے زمرہ میں ہی آتی ہیں چونکہ سرکاری یا غیر سرکاری ملازمین اپنے آپ کو اپنے ا۔ ۔ اداروں کے سپرد کردیتے ہیں اور ہر ادارے کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ اپنے مخصوص اوقات میں اپنے ملازمین سے پیشہ وارانہ مشقت لے سکتا ہے لہٰذا یہ مشقت اور ادارہ کی جانب سے عائد ہونے والے فرائض کی ادائیگی تقاضا کرتی ہے کہ ملازمین کو باقاعدہ اتنا معاوضہ دیا جائے جس سے وہ اپنی دیگر حاجات وضروریات احسن انداز میں پوری کرسکیں تاکہ ان کی زندگی اطمینان بخش اور پرسکون بسر ہوسکے کیونکہ اصول یہی ہے "اَلْخِرَاجُ بِالضَّمَانِ"

قاعدہ نمبر ۴۲:

"اَلْاِجْتِهَادُ لَا يُنْقَضُ بِالْاِجْتِهَادِ"

(اجتہاد اجتہاد کے ساتھ باطل نہیں ہوگا)۔

یعنی اگر کسی شئے پر حکم اجتہاد کے ذریعے لگایا جائے اور بعد ازاں اجتہاد کے ساتھ ہی پہلے حکم کے برعکس حکم ثابت ہو جائے تو اس کے ساتھ پہلا حکم باطل نہیں ہوگا کیونکہ "لَيْسَ الْاِجْتِهَادُ الثَّانِيْ بِاَقْوٰى مِنَ الْاَوَّلِ" (دوسرا اجتہاد پہلے اجتہاد کی نسبت قوی نہیں ہوتا) اس قاعدہ کی اصل اجماع ہے۔

مثالیں:

۱۔ اگر قاضی نے فسق کے سبب شاہد (گواہ) کو شہادت سے روک دیا پھر اگر فسق سے توبہ کرنے کے بعد اسی دعویٰ کے حق میں اس نے قاضی کے پاس شہادت دی تو وہ قبول نہیں ہوگی کیونکہ توبہ کے بعد اس کی شہادت کو قبول کرنا اجتہاد کو اجتہاد کے ساتھ باطل کرنے کو متضمن ہے۔ جیسا کہ خلاصہ میں ہے:

"مَنْ رُدَّتْ شَهَادَتَهُ لِعِلَّةٍ ثُمَّ زَالَتْ ثُمَّ اَعَادَهَا فِيْ تِلْكَ الْحَادِثَةِ لَمْ تُقْبَلْ اِلَّا فِيْ اَرْبَعَةٍ اَلصَّبِيُّ وَالْعَبْدُ وَالْكَافِرُ وَالْاَعْمٰى"

(الاشباہ والنظائر، ص ۱۰۵)

(ایسا شاہد جس کی شہادت کسی علت کی بناء پر رد کردی گئی پھر وہ زائل ہوگئی پھر وہ اسی واقعہ کی شہادت دوبارہ دے تو وہ قبول نہ کی جائے مگر چار کی۔ بچہ (جب بالغ ہو جائے) غلام (جب آزاد ہو جائے) اور کافر (جب مسلمان ہو جائے) اور اندھا (جب بینا ہو جائے) تو ان کی شہادت مقبول ہوگی)۔

۲۔ اگر ایک آدمی کے پاس دو کپڑے یا دو برتن ہوں ان میں سے ایک پاک ہو اور دوسرا پلید مگر وہ نہ جانتا ہو کہ پاک کونسا ہے اور پلید کونسا۔ تو اس کے ذمہ لازم ہے کہ نماز کی ادائیگی یا وضو کرنے کے لئے ان میں تحری (تلاش وجستجو) کرے اگر اس نے مکمل چھان بین کے بعد ان میں سے کوئی نماز یا وضو کے لئے استعمال کیا تو اس کا عمل درست ہوگا اگرچہ بعد میں بذریعہ اجتہاد اس کا فیصلہ پہلے کے برعکس بھی ہو۔ کیونکہ دوسرے اجتہاد سے پہلا اجتہاد باطل نہیں ہوتا

لہٰذا اس کی نماز اور وضو دونوں درست رہیں گے۔

۳۔ اگر نمازی پر قبلہ کی سمت مشتبہ ہو جائے تو اس پر قبلہ کی سمت متعین کرنے کے لئے تحری ضروری ہے اگر تحری کے بعد ایک سمت متوجہ ہو کر نماز ادا کر لی اور بعد میں ظن غالب سے یہ ظاہر ہوا کہ قبلہ کی سمت دوسری ہے تو اس دوسرے اجتہاد سے پہلا اجتہاد باطل نہیں ہوگا اور اس کی نماز درست ہوگی۔

۴۔ اگر فیصلہ سنانے کے بعد قاضی کی رائے اپنے فیصلہ کے بارے تبدیل ہو جائے تو اس سے پہلا فیصلہ تبدیل نہیں ہوگا۔ بلکہ دونوں حکم اپنی اپنی جگہ پر برقرار رہیں گے۔ جیسا کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت کے پہلے ہی سال آپ کے پاس یہ مسئلہ پیش ہوا کہ دو اخیافی بھائی (ایسے دو بھائی جن کی ماں ایک ہو مگر باپ علیحدہ علیحدہ ہو) ہیں ان کی ماں فوت ہوگئی کیا اس کی میراث سے حصہ صرف اخیافی بیٹے کو ملے گا یا دونوں کو۔ تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اخیافی بیٹے کے حق میں فیصلہ کیا اور دوسرے کو مکمل طور پر میراث سے محروم کر دیا، مگر خلافت کے دوسرے سال اسی نوعیت کا ایک اور مقدمہ پیش ہوا تو اس بار محروم بھائی نے یہ درخواست کی کہ اخیافی بیٹے تو ماں کے وارث بنیں گے مگر وہ میری بھی ماں ہے آپ فرض کر لیں کہ میرا باپ گدھا تھا یا راستہ میں پڑا ہوا کوئی پتھر تھا تو کیا ماں نے ہمیں جمع نہیں کر دیا؟ تو مکمل تفصیل سماعت فرمانے کے بعد یہ فیصلہ دیا کہ تمام اخیافی بھائی ماں کی میراث میں حصے دار ہوں گے بعد ازاں جب آپ سے یہ سوال کیا گیا کہ پہلے سال تو آپ نے فیصلہ اس کے برعکس دیا تھا تو آپ نے جواباً فرمایا کہ پہلا فیصلہ بھی ہم نے ہی دیا تھا اور یہ بھی ہم ہی دے رہے ہیں۔ یہ فرما کر گویا آپ نے دونوں اجتہادوں کو برقرار رکھا اور دوسرے کو پہلے کے لئے توڑنے کا ذریعہ نہیں بنایا۔ (فقہ الاسلام، ص ۲۵۰)

مذکورہ حکم کی ایک اور مثال اس طرح بھی ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مسائل کی کثرت اور امور سلطنت میں اضافہ ہونے کے سبب عہدہ قضا حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ دو آدمیوں کا تنازع ان کی عدالت میں پیش ہوا تو جس کے خلاف انہوں نے فیصلہ کیا وہ امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور فیصلے کے متعلق آپ کو آگاہ کیا، تفصیلات سننے کے بعد آپ نے فرمایا اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو

(فقہ المعاملات پر اپنی نوعیت کا پہلا علمی وتحقیقی مجلہ آپ کے ہاتھ میں ہے)

فیصلہ تیرے حق میں کرتا یہ سن کر اس نے عرض کیا کہ اب آپ کے لئے کونسی چیز مانع ہے، تو آپ نے فرمایا یہ نص تو ہے نہیں۔ رائے مشترک ہے قاضی جیسے چاہے فیصلہ دے سکتا ہے۔ (فقہ الاسلام، ص ۲۵۰) اس سے یہ معلوم ہوا کہ گو امیر المؤمنین کی رائے حضرت ابو درداء کے فیصلہ کے خلاف تھی مگر اس کے باوجود رائے سے ان کے فیصلے کو ساقط نہیں کیا کیونکہ اجتہاد اجتہاد کے بطلان کا سبب نہیں بن سکتا۔

احکام القرآن

چھٹی جلد شائع ہوگئی

سورۃ مریم تا سورۃ النور

مولف و محقق: علامہ محمد جلال الدین قادری

ناشر: ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔ کراچی

احادیثِ مبارکہ کی تبویب و ترتیبِ نو کے ساتھ

فقہِ اسلامی کا عربی زبان میں ایک خوبصورت مرقع

المستند

تالیف: علامہ غلام رسول قاسمی

تقریظ: حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

ناشر: مطبوعاتِ رحمۃ للعالمین، بشیر کالونی، سرگودھا